# رمضان المبارک: ماہِ انقلاب و زندگی

عبدالستار فہیم

شاعرِ مشرق نے جب یہ فرمایا کہ ؎

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں
ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں

تو یہ محض ایک فلسفیانہ اظہارِ خیال نہیں تھا بلکہ ایک ایسی جیتی جاگتی زندہ حقیقت کی بازگشت تھی جس کا عکس کائنات کے ذرے ذرے میں پایا جاتا ہے۔ عالمِ جمادات کا حقیر سا ذرہ ہو یا پیکرِ انسانی میں دھڑکتا ہوا دل' ہر ایک اسی عالم گیر حقیقت کا خاموش ترجمان ہے۔ سمندروں کی لہریں' ہواؤں کی سرسراہٹ' سورج کی روشن کرنیں' ستاروں کا سفر' پارے کا اضطراب' موسموں کی تبدیلیاں' دلوں کی اُمنگ اور خیالات کی ترنگ اسی قانونِ تغیر و انقلاب کی تفاسیر ہیں۔ فطرت کا یہ قانون ان تمام قوانینِ قدرت سے ہم آہنگ ہے جن کے زیرِ اثر یہ نظامِ ارض و سما قائم و دائم ہے۔ اس کائنات میں ہونے والی ہر جنبش و حرکت اور لحظہ لحظہ بدلتی ہوئی حالت' ایک طرف قانونِ انقلاب کی غماز ہے تو دوسری طرف زندگی کی علامت بھی ؏

جس میں نہ ہو انقلاب' موت ہے وہ زندگی

تغیر و تبدیلی زندگی کی محض علامت ہی نہیں بلکہ ضرورت بھی ہے۔ زندگی کی ضامن' قوت و استعداد کا استحکام و ارتقا مثبت تبدیلیوں کا محتاج ہوا کرتا ہے۔ لحہ لحہ گزرتے وقت کا سفر نئے نئے عالمِ امکانات کی منزلیں ایجاد کرتا ہے' جہاں انقلاب حال تقاضائے حیات اور طرزِ کہن پر ثبات' موت کا پیش خیمہ بن جاتا ہے۔ لیکن جہاں یہ بات درست ہے کہ ہر تبدیلی زندگی کی علامت ہے' وہیں یہ بھی اُمرِ مسلمہ ہے کہ ہر تبدیلی زندگی کی ضمانت نہیں۔ مثبت تغیرات ہی مثبت نتائج پیدا کر سکتے ہیں۔ حرکت اور پیش قدمی جب مخالف سمت میں ہونے لگے تو منزلِ مقصود قریب نہیں دُور سے دُور تر ہو جاتی ہے۔ جس طرح موسم کی ہر تبدیلی بہار کا مژدہ نہیں سناتی' ٹھیک اسی طرح عالمِ انسانیت کا ہر انقلاب حیات بخش نہیں ہوتا۔ دنیائے آب و گل میں فطرت جس حکیمانہ نظامِ

تغیر کے ساتھ کاربند ہے' ٹھیک ایسے ہی وہ ذاتِ حی وقیوم' عالمِ انسانیت میں مخصوص نظامِ انقلاب کے ذریعے حیات بخشی کا سامان کیے ہوئے ہے۔ یہ تمام نظام ہائے قدرت چونکہ ایک ہی کاری گر کی صناعی ہیں' اپنے جلو میں بڑی شانِ وحدت رکھتے ہیں۔ اس دنیا میں جب تالاب اور ندیاں خشک ہو جاتے ہیں' زمین سوکھ کر مُردہ ہو جاتی ہے' چمن ویران ہونے لگتے ہیں' کھیت و باغات کی سرسبزی و شادابی کوڑے کرکٹ کی سیاہی میں تبدیل ہو جاتی ہے اور مخلوقاتِ ارض دانے دانے کو ترسنے لگتے ہیں تو ربوبیتِ خداوندی جوش میں آ جاتی ہے۔ ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکے پیامِ انقلاب لاتے ہیں' اَبر کے سائبان جھوم جھوم کر برسنے لگتے ہیں' کنویں' تالاب اور ندیاں سیراب ہو جاتے ہیں' کسانوں کی محنت برگ وبار لانے لگتی ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے کھیتیاں لہلہا اُٹھتی ہیں' چمن رونق افروز ہو جاتے ہیں۔

ٹھیک اسی طرح جب عالمِ انسانیت میں اخلاق و کردار کے چشمۂ صافی سوکھنے لگتے ہیں' روحانیت دم توڑنے لگتی ہے' چمنستانِ قلوب میں ویرانی چھا جاتی ہے' گلستانِ خیر وخوبی کی رعنائیاں شر و فساد کی ظلمتوں میں بدل جاتی ہیں اور انسانیت سسکنے لگتی ہے ـــــ تو رحمتِ خداوندی جوش میں آ جاتی ہے۔ گردشِ لیل و نہار نیکی و تقویٰ کی بہار کا مژدہ سناتی ہے اور عالمِ روحانیت میں ایک ہمہ گیر انقلاب برپا ہونے لگتا ہے۔ ہمہ گیر ایسا کہ اس کی آمد کا اعلان کسی خطۂ زمین پر نہیں بلکہ اُفقِ عالم پر ہلالِ رمضان المبارک کی نمود سے ہوتا ہے۔ وسعتِ تغیرات کی یہ شان کہ ابتدا ہی جنت کے تمام دروازوں کے کھلنے اور دوزخ کے سارے دروازے بند کیے جانے سے ہوتی ہے۔ وقت' مقدار' کمیت اور کیفیت کے سارے پیمانے بدل دیے جاتے ہیں۔ اجر وثواب کی مقدار بڑھا کر معمول سے ۷۰ گنا بلکہ لامحدود کر دی جاتی ہے۔ اس ماہِ مبارک کی ایک رات ہزار راتوں سے زیادہ افضل قرار پاتی ہے۔ عرشِ بریں کے حامل فرشتوں کو حکمِ خداوندی ملتا ہے کہ اپنی عبادت بند کر دو اور اہلِ زمین کی دعاؤں پر آمین کہو۔ آسمانوں کا یہ سارا انقلاب اس لیے برپا ہوا کہ زمین پر آباد مرکزِ عالم اور مسجودِ ملائک انسان کی دنیا کو ایک اندرونی انقلاب سے دوچار کرنا مقصود ہے۔ اس طرح عالمِ انسانیت میں ایک ایسا انقلاب رونما ہونے لگتا ہے جس کی وسعت بے پناہ اور جس کا نفوذ بے انتہا۔ یہ ظاہر و باطن سب پر محیط' یہاں فکر و نظر' جذبات و احساسات اور عمل و جستجو' سب کچھ تبدیلیوں سے ہم کنار۔

ماہِ رمضان المبارک کی آمد کے ساتھ ہی انسان کے معمولات میں بڑی نمایاں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔ کھانے' پینے اور آرام کے اوقات یکسر بدل جاتے ہیں۔ رات کے آخری پہر' جب کہ وہ عموماً محوِ خواب ہوا کرتا تھا اپنے نفس کو روندتے ہوئے بیدار ہو کر سحری کھاتا ہے' کیونکہ یہی حکمِ خداوندی ہے۔ سپیدۂ سحر کے پھوٹنے سے لے کر غروبِ آفتاب تک عام حالت میں جو افعال انسان بلا جھجک انجام دیا کرتا تھا' حالتِ روزہ میں اپنے اُوپر

مطلقاً حرام کرلیتا ہے' کیونکہ یہی مالک کی مرضی ہے۔ پہلے وہ بھوک و پیاس کی معمولی کیفیت سے مغلوب ہوکرلذتِ کام ودہن کی حددرجہ آسودگی کیا کرتا تھا'اب بھوک و پیاس کی انتہائی شدت میں بھی غذا کا ایک دانہ یا پانی کا ایک قطرہ بھی اس کے حلق سے نیچے نہیں جاسکتا۔ پھر جب دن بھر کی محنت و مشقت سے نڈھال وہ آغوشِ شب میں راحتِ جسم وجاں کے مزے لوٹا کرتا تھا'اب اپنے رب کے حضور قیام وسجود میں مصروف ہوجاتا ہے' کیونکہ وقتِ حاضر بندگیِ رب کا یہی تقاضا ٹھیرا۔ان تمام وارداتِ نو سے گزرتے ہوئے وہ بھوک' پیاس اور تھکن کے نامانوس احساسات سے آشنا ہوتا ہے تو قلب میں مدتوں سے خوابیدہ انسانیت انگڑائی لے کر بیدار ہوتی ہے اور محروم ومحتاج انسانوں کے تئیں جذباتِ رحم وشفقت کا اظہار ہونے لگتا ہے۔فراخیِ دل' بند مٹھیوں کو کھول دیتی ہے اور جذبۂ انفاق حبِ مال ودولت پر غالب آجاتا ہے۔اس طرح انسانی معاشرے میں خودغرضی اور باہمی کشاکش کی جگہ ایثار واخوت کے دل نشیں مناظر نمودار ہوتے ہیں۔عام حالت میں جس انسان کی زبان پر لغو'طنز وطعن طاری رہا کرتا تھا'اب اس پر ہزار پہرے بٹھادیتا ہے کہ زبان سے اب کوئی بات نکلے تو اچھی ہی نکلے۔

حسنِ عمل اور نیکیوں کے یہ مظاہر چند افراد یا مخصوص علاقے تک ہی محدود نہیں رہتے بلکہ کرۂ ارض پر موجود تمام ملّتِ اسلامیہ کی مشترکہ خاصیت بن جاتے ہیں۔اعمال ومقاصد کی یہ غیر معمولی ہم آہنگی' بہارِ نیکیوں کا ایسا موسم بن جاتی ہے جو ذرا سی کوشش وجستجو سے عظیم الشان ثمرات پیدا کرتا ہے۔گویا راہِ عمل کا ہر مسافر سوئے حرم گام زن ہے اور یہ کاروانِ خلیلؑ راہ کی صعوبتوں سے بے نیاز جانبِ منزل رواں دواں ہے۔کسبِ خیر کا اجتماعی ماحول نیکیوں کی افزایش کے لیے سازگار ہی نہیں ہوتا بلکہ اس کے امکانات اور مواقع دوچند کردیتا ہے۔فطرت اپنی عطاوکرم میں فیاضی کی انتہا پر ہوتی ہے۔رحمت اور بخشش کا فیضان عام ہوتا ہے کہ جس میں جتنا ظرف ہے سمیٹ لے اور اگر سیرابی نہ ہو تو علاجِ تنگیِ داماں بھی مانگ لے۔

ماحول میں یہ غیر معمولی تبدیلیاں وقوع پذیر ہونے سے پہلے لازم ہے کہ فکروعمل کا انقلاب برپا ہو' بلکہ ماحول اور وقت کے تغیرات کا مقصود بھی تزکیۂ قلب اور تحسینِ عمل ہوتا ہے۔کیسا عظیم الشان مظہر ہے یہ تصرفاتِ الٰہیہ میں حکمتِ بالغہ اور قدرتِ کاملہ کا!! ہر انقلاب ایک دوسرے کی علت بھی ہے اور معلول بھی۔احوال وظروف کی تبدیلی کے لیے انسانی رویوں کا تغیر ضروری ہوا اور حالات سے تحریک ہوئی فکروعمل کی تبدیلی کی۔رمضان المبارک کی یہ پُرنور فضا اور ساعاتِ جلیلہ نمودار ہوئی تو اسی لیے کہ انسانی فکروعمل کا محور فطرت سے ہم آہنگ ہوجائے۔وہ انسان جس کے قلب وذہن کا رابطہ اپنے مالک وخالق سے منقطع ہونے کو تھا پھر سے مربوط ومستحکم ہوجائے۔ چلتی پھرتی لاشوں میں برقِ زندگانی پھر سے دوڑنے لگے۔بھولے بھٹکے کارواں کو احساسِ زیاں

تڑپانے لگےاور سوزِ دروں کے شعلوں سے شبِ حیات روشن ہو جائے۔ مدہوش و غافل انساں کو متاعِ فکر و شعور مل جائے۔ جو سوئے ہوئے ہیں بیدار ہوں' اور جو بیدار ہیں اُٹھ کر مصروفِ عمل ہو جائیں۔ نہاں خانۂ دل کی تاریکیاں نورُ السمٰوات والارض کے اُجالوں سے منور ہو جائیں۔ حیوانِ ناطق اور بندۂ ہوس انسان کو شرفِ مسجودِ ملائک اور خلافتِ ارضی کا بھولا ہوا سبق پھر سے یاد آ جائے۔

ماہِ رمضان المبارک کی ہر گھڑی یہی پیغام سناتی ہے۔ حالتِ روزہ میں گزرنے والا ایک ایک لمحہ انسان کے دل کو یادِ الٰہی سے معمور کرتا ہے۔ احساسِ ذمہ داری کا کیسا عظیم انقلاب ہے یہ کہ دنیا کی کسی طاقت کا جبر نہیں' ہر دیکھنے والی آنکھ سے مستور اور ہر سننے والے کان سے مہجور لیکن حکمِ خداوندی سے سرِمو انحراف نہیں۔ اپنے ہی نفس پر اپنے ہی ہاتھوں یہ جبر' ضبط و تنفیذ کا یہ کمال' کیا کبھی قلب و ذہن پر ربُّ السمٰوات والارض کی حکمرانی کے بغیر ممکن بھی تھا!! وہ عقلِ شاطر رکھنے والا انسان جس کو دنیا کی کوئی قانونی طاقت زیر نہ کر سکی' ایک جذبۂ ایمان کا ایسا اسیر ہوا کہ تسلیم و رضا کی زنجیروں سے اپنے آپ بندھ گیا۔ کوئی اندازہ کر سکتا ہے کہ آزادروی کے متوالے انسان میں یہ قوتِ انقیاد و انضباط کیوں کر پیدا ہوئی؟ یہ اس لیے ممکن ہوا کہ آسمان سے ہاتفِ غیبی کی یہ صدا اس کے کانوں سے ٹکرائی اور دل میں اُتر کر رہ گئی...... وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ج وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ٥ (قٓ ۵۰:۱۶) ''اور ہم اس کے دل میں اُبھرنے والے وسوسوں تک کو جانتے ہیں' ہم اس سے اس کی رگِ گردن سے بھی زیادہ قریب ہیں''۔

فکر و عمل کی یہ ظاہری تبدیلی دراصل مرہونِ منت ہے اس قلبی انقلاب کی جو اس آیتِ کریمہ کی روح سے زندگی پاتا ہے ـــــ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ٥ (الحدید ۵۷:۴) ''وہ تمھارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو' جو کام بھی تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے''۔ درحقیقت یہی قلب و نظر کا انقلاب غرض و غایت ہے رمضان المبارک کی آمد اور اس میں واقع ہونے والی تمام انسانی اور کائناتی تبدیلیوں کا!! ذرا سنیے اس فرمانِ شہنشاہی کو ـــــ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ٥ (البقرہ ۲:۱۸۳) ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو' تم پر روزے فرض کر دیے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے۔ اس سے توقع ہے کہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہو''۔

ماہِ رمضان کی تمام ریاضتوں کا مقصود یہی ہے کہ انسانی قلب و ذہن میں ترک و اختیار کی وہ قوت و استعداد پیدا ہو جائے جو اس کی زندگی کو بندگیِ رب کی راہِ فوز و فلاح پر گامزن کر دے۔ یہ دراصل انقلاب ہے ضمیر و قلب کی بیداری کا۔ معرکۂ حیات میں یہ فتح ہے مادیت پر روحانیت کی۔

تاریخِ انسانیت اور رمضان المبارک کی انقلابی کارفرمائیوں میں بڑی گہری نسبت موجود ہے۔ وقت کا سب سے عظیم انقلاب جس نے بنی نوع انسان کی کایا پلٹ کر رکھ دی ــــــ یعنی نزولِ قرآن کا واقعہ اسی ماہِ رمضان کی ایک مقدس رات میں ہوا تھا۔ ایک طرف یہ واقعہ انسانیت پر رحمتِ الٰہی کی تکمیل تھی تو دوسری طرف قوموں کے عروج و زوال سے وابستہ اَٹوٹ ضابطے کا رہتی دنیا تک اعلان بھی۔ ''اللہ اس کتاب کے ذریعے کچھ گروہوں کو بلند و سرفراز کرے گا اور کچھ دوسرے گروہوں کو پستی میں جھونک دے گا'' (صحیح مسلم)۔ ۱۵ صدی قبل اسی ماہِ رمضان میں عرب کے صحرانشیں اس ضابطۂ ربانی کو لے کر اُٹھے تو صوتِ ہادی بجلی کی کڑک بن گئی جس نے سرزمینِ عرب کو ہلا کر رکھ دیا۔

پھر بدر کے میدان میں ۱۷ رمضان ۲ ہجری کو یوم الفرقان کا سورج طلوع ہوا جس نے ظلمتِ باطل پر نورِ حق کی پہلی فتح کا اعلان کیا' اور ۱۰ رمضان ۸ ہجری کو مکہ مکرمہ میں وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ○ (بنی اسرائیل ۱۷:۸۱) کی فیصلہ کن صدائے حق سے حرمِ کعبہ کی فضا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے معمور ہو گئی۔ اُس روز سے لے کر آج تک صدیاں گزر گئیں لیکن وقت کا ہر ہر لمحہ گواہی دیتا رہا کہ زمانہ چاہے کتنا ہی بدل جائے' اس ضابطے کی صداقت بدل نہیں سکتی۔ افراد و اقوام کی سربلندی و سرفرازی اسی ربانی ضابطۂ حیات سے وابستگی کا نتیجہ رہی اور ہر پستی و ذلت بھی اسی قانونِ سماوی سے سرکشی کے سبب ہوئی۔ اس بے لاگ حقیقت کا اعلان وقت کا مؤرخ حادثاتِ زمانہ کی زبانی ہمیشہ کرتا رہا لیکن مشیتِ حق نے ضروری سمجھا کہ اس کی یاد دہانی کے لیے ہر سال ماہِ رمضان ہی کو پیامِ ہدایت دے کر بھیجا جائے۔ اس طرح اُفقِ انسانیت پر ہر سال نوہلالِ رمضان کی نمود اس اعلان کے ساتھ ہوتی ہے کہ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ج (البقرۃ ۲:۱۸۵) ''رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات جو راہِ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں''۔

یہ ربُ السموات والارض کا بے انتہا کرم و احسان ہے کہ وہ ہر سال ماہِ رمضان کے حوالے سے انسانیت پر اتمامِ نعمت' یعنی نزولِ قرآن سے شعور و آگاہی کا موقع بہم پہنچاتا ہے۔ ماہِ رمضان دراصل علامتی یادگار ہے انقلابِ نزولِ قرآن کی۔ یہ صرف یادگار ہی نہیں بلکہ تجدیدِ انقلاب کا پیام بھی' اور ساتھ ہی اس مہینے کو ان تمام صفات و خصوصیات سے نوازا گیا جو بنائے انقلاب کے لیے معاون و سازگار ہوتی ہیں۔ اس ماہِ مبارک کو اعمالِ خیر و صلاح کی فصل و بہار والی تاثیر عطا کی گئی۔ یہاں منزلِ مقصود کی نشان دہی بھی ہے' اور راہِ ہدایت سے آگاہی بھی' راہ روی کی تربیت بھی ہے اور رہبری کا ساماں بھی' زادِ راہ کی بخشائش بھی ہے اور سفر کی سہولتیں بھی'

اور ہر پیش قدمی پر انعام بھی____ یہ سب کچھ منتظر ہیں انسان کے عزم وارادے اور حرکت و سعی کے لیے۔ یہاں رحمتوں کی بارش ہے' مغفرت کی عطا و بخشش ہے اور نارِ جہنم سے نجات بھی۔ تلاشِ منزل میں سرگرداں انسان بزمِ رمضان میں جنت الفردوس کی رفعتوں سے آشنا ہوجاتا ہے۔ اس منزل کے حصول کے لیے اسے صراطِ مستقیم' یعنی دین اسلام کی رہنمائی میسر ہوتی ہے۔ روزے کی سواری اور تقویٰ واحساسِ ذمہ داری کا زادِراہ دیا جاتا ہے۔ اجتماعی ماحول کے ذریعے راہ کی مشکلات کو آسان کردیا جاتا ہے اور اس راہ پر چلنے کے لیے بے حساب اجروثواب کی اُمید بھی موجود ہے۔

یہ سارا اہتمام' یہ غیر معمولی مواقع صرف اس لیے ہیں کہ انسان کا مقدر سنور جائے' اسے فلاح وکامیابی نصیب ہوجائے' اور وہ ابدی زندگی سے ہم کنار ہوجائے۔ اب عقل وفہم رکھنے والا ہر انسان غور کرے کہ ان مواقع سے غفلت کتنے عظیم خسارے کا سبب بنے گی۔ اُس شخص کی بدبختی اور محرومی کا کیا ٹھکانا' جس کے لیے آسمان سے رحمتوں کی بارشیں ہورہی ہوں اور وہ ایک سنگلاخ تودے کی طرح نہ خود سیراب ہوتا ہے اور نہ دوسروں کی سیرابی کا سبب بنتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اُس بے حسی پر موت بھی ماتم کرے گی' جب کہ دستِ رحمت علاجِ مرض بانٹ رہا ہو اور مریضِ روحانیت محوِ لہوولعب ہو۔ فطرت تو ہر لمحے مائل بہ کرم ہوتی ہے لیکن اس کا یہ اصول نہیں کہ دیدہ و دانستہ خودکشی کی راہ پر چلنے والے انسان کو جبروقوت سے شاہراہِ حیات پر لے آئے۔ ماہِ رمضان کی عظمت و برکت ہر اعتبار سے بے مثل' لیکن یہ برکتیں اسی انسان کے دامن کو زینت بخشتی ہیں جو ان کے حصول کے لیے ارادہ وعزم اور کوشش وجستجو کرے' اور ان برکات کی مقدار وکیفیت بھی انسانی کوشش وجستجو کے تناسب میں ہوگی۔ ہر انسان اپنی استعدادِ اَخذ واختیار کے مطابق ہی تقویٰ اور نیکی کے ثمرات پائے گا۔ اسی بات کا اظہار آیتِ قرآنی اِن الفاظ میں کرتی ہے کہ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ''توقع ہے کہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہو''۔

---